

## مستقبل کی جھلک

(مولانا ظفر علی خان)

05

### مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

الفاظ	منہوم
کواکب	کوکب کی جمع، ستارے
کے عوض	بدلے میں، کی بجائے
انجم	ستارے
رخشدہ تر	زیادہ چمکنے والے، زیادہ روشن
شادمان	خوش
دین متین	سنجیدہ دین، مضبوط دین، مراد ہے "اسلام"
استعمار	نوا آبادیاں قائم کرنا، ہوس گیری کے جذبے سے دوسرے آزاد ممالک کو غلام بنانا
قیاس	اندازہ، قیافہ
دارالحرب	جنگ کا گھر، دارالحرب اس ملک کو کہتے جہاں کافروں کی حکومت ہو مسلمانوں کو مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکا جا رہا ہو اور اس بنا پر وہاں جہاد کا حکم ہو، شاعر نے آزادی کے قتل کے ہندوستان کو دارالحرب کہا ہے
دارالامان	امن و امان کی جگہ
سودا	دیوانگی، جوش و جذبہ
بشارت	خوش خبری
قدس	پاک۔ یروشلم
محمود	سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ
الپ ارسلان	سلجوقی سلطنت کا بادشاہ (1063 تا 1072ء)۔ باز نطینیوں کو 1071ء میں شکست دی اور قیصر روم کو گرفتار کر لیا۔ تاوان جنگ لے کر رہا کیا۔ اس کے دور میں سلطنت بہت وسیع ہوئی۔
اہل سخن	شعرا

خلاصہ:

(بورڈ 2007)

تھوڑے دنوں کی بات ہے مسلمانوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی اور حالات بدل جائیں گے۔ خودداری کی روش حق کی سر بلندی کا سبب بنے گی، نئے افراد کے آنے سے آزادی کی روشنی پھیلے گی۔ ملت اسلامیہ میں محمود غزنویؒ اور الپ ارسلان جیسے مجاہد پیدا ہوں گے، ادیبوں کا قلم لوگوں میں آزادی کا جذبہ پیدا کرے گا۔ یورپ کے نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوگا اور ایشیا خود مختار ہو جائے گا، ہندو اور مسلمان بیک آواز آزادی کا نعرہ بلند کریں گے، ہندوستان جو دارالحرب رہا ہے جلد دارالامن بن جائے گا۔ اس تبدیلی کے اس عمل میں ہمارا کڑا امتحان بھی ہوگا۔ میں یہ خبر محض مسلمانوں کو خوش کرنے کی خاطر نہیں دے رہا بلکہ یہ حقیقت ہے اور آنے والے دنوں میں میرے مخالفین بھی میرے موقف کی تائید کریں گے۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر 1: کوئی دن جاتا ہے پیدا ہو گی اک دنیا نئی (بورڈ 2016ء)  
خونِ مسلم صرف تعمیرِ جہاں ہو جائے گا

تشریح: مولانا ظفر علی خان مشہور اخبار نویس اور نظم گو شاعر تھے۔ سبق مستقبل کی جھلک میں انھوں نے خوش خبری دی ہے کہ بہت جلد حالات بدلیں گے اور نیا مستقبل سامنے ہوگا۔ زیر تشریح شعر میں وہ کہتے ہیں کہ بہت جلد مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجے میں ایک نئی دنیا وجود میں آجائے گی اور حالات بدل جائیں گے۔

۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۵ء کے دور میں برصغیر کی سیاست میں تیزی سے تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ برصغیر انگریزوں کی استعماریت اور سیاسی غلامی کا بدترین نمونہ تھا۔ ۱۹۱۹ء میں پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی تو ہندوستانی سیاست ایک جذباتی لہر کی لپیٹ میں آ گئی۔ ترکی میں اتحادیوں نے خلافت کو جس طرح پامال کرنے کا منصوبہ بنایا اس نے ہندوستان کے مسلمانوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ اسی دوران امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا سانحہ پیش آیا۔ مارشل لا نافذ ہوا، مسلمانوں نے ہندوستان کو دارالحرب سمجھ کر ہجرت کا آغاز کیا، ہر طرف فسادات ہوئے۔ ”نمک تحریک“ اور ”مسجد شہید گنج“ کا واقعہ وہ محرکات ہیں جو اس نظم کی تحریر کا سبب بنے۔ اس شعر میں ملت اسلامیہ کے لیے ایک اچھے مستقبل کی نوید سنائی گئی ہے جس کی تعمیر مسلمان قوم کے خون سے ہو رہی ہے اور جس کی بنیادوں میں مسلمانوں کا خون صرف ہوگا۔ اسی طرح پوری دنیا میں مختلف واقعات سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ صرف مسلمانوں کا استحصال ہو رہا ہے، ان کو غلام بنانے، ان کے وسائل پر قبضہ کرنے، انھیں تقسیم کرنے اور رفتہ رفتہ ختم کر دینے کی ناپاک سازشیں ہو رہی تھیں مگر یہ واقعات مسلمانوں میں تحریک اور بیداری پیدا کرنے کا سبب بن رہے تھے جس سے یہ امید پیدا ہو چلی تھی کہ یہ قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی اور وہ وقت دور نہیں ہے جب دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔ غلام قومیں آزاد ہوں گی، مسلمانوں کے مقبوضہ علاقے آزادی حاصل کر لیں گے۔

اگر عثمانیوں پہ کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے  
کہ خونِ صد ہزارِ انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

مسلمانوں کے خلاف کی گئی سازشوں کے مقابلے میں مسلمان متحد ہو جائیں گے اور ان کا لہور ایگاں نہیں جائے گا بلکہ ایک نئی عالمی صورت حال کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ دنیا کی نئے سرے سے ترتیب ہوگی، نئے منظر نامے میں مسلمان ایک آزاد، خود مختار قوم بن کر ابھریں گے اور حالات ایک نیارخ اختیار کر کے مسلمانوں کے حق میں ہو جائیں گے مگر اس کے لیے خون کے نذرانے اور قربانیاں دینا ہوں گی، ورنہ تبدیلی نہیں آ سکتی۔ مولانا ظفر علی خان مسلمانوں کو ایک بہتر مستقبل کی خبر سناتے ہیں کیوں کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کی قربانیوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابلی  
افق سے آفتاب ابھرا گیا دورِ گراں خوابلی



شعر نمبر 2:

(بورڈ 2019ء)

بجلیاں غیرت کی تڑپیں گی فضائے قدس میں

حق عیاں ہو جائے گا، باطل نہاں ہو جائے گا

تشریح: مسلمانوں کی حمیت ملی کے نتیجے میں باطل پر حق کو فتح حاصل ہو جائے گی۔ پوری مسلم دنیا، چاہے فلسطین ہو، القدس ہو، ترکی ہو، لیبیا ہو، ہندوستان یا کوئی اور مسلم علاقہ اب خودداری اور خود شناسی کی تحریکیں زور پکڑیں گی۔ ان تحریکوں کے نتیجے میں نہ صرف یہ حق بات ثابت ہو جائے گی کہ مظلوم مسلمانوں کا موقف درست ہے اور وہ حق پر ہیں بلکہ عالمی طاقتیں اور اتحادی قوتیں جو بزورِ شمشیر مسلمانوں کو غلام بنائے رکھنے پر قائم ہیں ضرور شکست سے دوچار ہوں گی۔ پھر ان کے ناپاک عزائم خاک میں مل جائیں گے۔

آسمانی بجلی جب چمکتی ہے تو چند چیزیں روشن اور باقی تاریکی میں ڈوب جاتی ہیں مولانا ظفر علی خان مسلمانوں کی غیرت کو بجلی کے چمکنے کی مانند قرار دیتے ہیں غیرت واقعی ایک ایسی صفت ہے کہ غلامی کو بادشاہت میں بدل دیتی ہے۔

غیرت ہے بڑی چیز جہاں تگ و دو میں

پہناتی ہے درویش کو تاج سر دارا

مسلمان انصاف، عدل، آزادی، خودداری اور دینِ متین کے داعی ہیں جب کہ غیر مسلم اقوام جو اتفاق سے عالمی طاقتیں بھی ہیں۔ اپنے اندر اتحاد پیدا کر کے اور مسلمانوں کو تقسیم کر کے ان پر راج کر رہی ہیں، انھیں مٹانے کے درپے ہیں ایک روز اپنے ناپاک ارادوں سمیت منہ کی کھائیں گی۔ وہ دن کس قدر مبارک ہوگا جب فتح مکہ کی یاد تازہ ہو جائے گی جب باطل اپنی تمام تر سازشوں، مکاریوں اور عیاریوں کے باوجود شکست سے دوچار ہوگا۔ حالانکہ اس وقت بھی باطل کی اتحادی قوتیں حق کو مٹانے کے لیے پوری طاقت کا استعمال کر چکی تھیں مگر سچائی کی فتح ہوئی اور باطل مٹ گیا تھا۔ سرورِ عالم ﷺ اس روز یہ اعلان کر رہے تھے کہ ”حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل ہے ہی مٹنے کے لیے.....“ اس فرمان کی صداقت آج بھی اسی طرح قائم ہے اور قیامت تک رہے گی۔

مسلمانوں کے لیے تو اللہ کا یہ فرمان اُمید کی سب سے بڑی کرن ہے اس لیے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ غیرت، خودداری اور جذبہٴ حریت کے ساتھ آزادی کے لیے جان لڑادو، نتیجہ وہی نکلے گا جس کی پیش گوئی سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمادی تھی۔ ظفر علی خان بھی پُر امید ہیں کہ مسلمانوں میں اب خودداری کی منہ زور تحریکیں ضرور اٹھیں گی جو غیرت کی، بجلیاں بن کر غیر اللہ کے خس و خاشاک کو پھونک دیں گی۔ بقول اقبالؒ:

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو

خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

بے خبر تو جوہرِ آئینہ ایام ہے

تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

شعر نمبر 3:

(بورڈ 2019ء)

ان کواکب کے عوض، ہوں گے نئے انجم طلوع

ان دنوں رخشندہ تر، یہ آسماں ہو جائے گا

تشریح: پرانے ستاروں کی جگہ نئے ستارے لے لیں گے اور آسمان کی چمک دمک میں اضافہ ہو جائے گا یعنی مستقبل حال کی نسبت بہت بہتر ہو جائے گا۔

عالمی منظر نامہ آسمان کی مانند ہے جس پر آج کل غیر مسلم اقوام تارے بن کر خوب چمک دمک رہی ہیں لیکن فطرت کا تقاضا عنقریب



ضرور پورا ہو کر رہے گا اور ان استعماری قوتوں کو ضرور زوال آئے گا ان کی جگہ مظلوم اور استحصال کا شکار قومیں ابھریں گی اور ستارے بن کر پوری دنیا کو حق اور انصاف کی روشنی سے منور کر دیں گی۔ مولانا حالی کا کہنا ہے:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں  
اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

گو آج بھی آسمان پر تارے موجود ہیں مگر آسمان روشن نہیں ہے اس لیے کہ یہ تارے اندھیروں کے سفیر ہیں۔ تاریکیوں کے نمائندے ہیں، یہ اقوام ظلم، نا انصافی، طاقت کے بل پر دوسروں کا حق چھیننے، انھیں دبانے، ان کی آزادی اور وسائل سلب کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ گویہ اقوام دریافت و ایجاد، تہذیب و تمدن، سائنس و ٹیکنالوجی اور سرمایہ و قوت کے اعتبار سے خوب چمک دمک رہی ہیں۔ ان کی تابناکی اور روشنی کا ہر طرف چرچا ہے مگر حقیقت میں ساری دنیا کی تاریکی انہی کی وجہ سے ہے۔ ان کا نظام سیاست و حکومت ہو یا نظام معاشرت درحقیقت سیاہ اور تاریک ہے جب کہ ان کے برعکس مسلمان سیاست، حکومت، معاشرت، دین، دنیا اور زندگی کے بارے میں مثبت قدروں کے حامی ہیں۔ ان کی فکر کا ماخذ قرآن و حدیث ہے، اللہ کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے جو سر اسرارِ جلال ہے، روشنی ہے، تابندگی ہے۔ اسی لیے دنیا کب تک اس حقیقی روشنی سے محروم رہے گی بہر حال انقلاب آنا ہے اور نظامِ حق پوری دنیا پر جلوہ گر ہو کر اسے روشن کر دے گا۔

آج اس نظام کی ہلکی ہلکی روشنی کہیں کہیں ٹٹم رہی ہے مگر جلد ہی یہی روشنی کا سیلاب بن کر پوری دنیا پر چھا جائے گی۔ ان دنوں پوری دنیا میں اسلام کے زریں اصولوں سے اجالا ہوگا اور روشنی بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ ایسا اب ہو کر رہے گا اور عنقریب ہونے والا ہے۔ تشریح کا ایک امکان یہ بھی ہے کہ جب کوئی جدوجہد طویل عرصے پر محیط ہو تو اس جدوجہد میں شریک افراد میں سے کئی ایک دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ان کے دنیا سے جانے کی وجہ سے باقی لوگ گھبرانے لگتے ہیں کہ ان لوگوں کا بدل کیسے ملے گا؟ مولانا ظفر علی خان کا موقف یہ ہے کہ جو لوگ رخصت ہو رہے ہیں۔ ان کی جگہ جو افراد لیں گے وہ ان سے بڑھ کر ہوں گے۔ اس جدوجہد کا افق تاریک نہیں ہوگا بلکہ اس سے بڑھ کر روشن ہو جائے گا۔ اقبالؒ کا کہنا ہے:

اگر عثمانیوں پہ کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے  
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

شعر نمبر 4:

پھر نئے محمود ہوں گے۔ حامی دین متیں  
بچہ بچہ غیرت الپ ارسلان ہو جائے گا

تشریح: آنے والے دنوں میں دین حق کی حفاظت کرنے والے کئی محمود غزنوی اور الپ ارسلان جنم لیں گے۔

اسی ہندوستان میں ذات پات کی چکی میں پے مظلوموں کی مدد کے لیے ایک ایسا شخص آیا جس نے زرو جو اہر ٹھکرا کر باطل قوتوں کی کمر توڑی اور عام آدمی کو اس کے جینے کا حق دیا وہ محمود غزنویؒ تھا جس نے بت فروشی کی بجائے بت شکنی سے باطل پر ضرب لگائی جس سے ناقابلِ تسخیر سمجھے جانے والے ظالم راجاؤں کی ہوا اکھڑ گئی۔ محمود غزنویؒ کمزوروں کو یہ یقین دلانے کے راجا اور ان کا ظالمانہ نظام باطل ہے اور باطل مٹنے کے لیے ہوتا ہے، سترہ بار ہندوستان پر حملہ کیا۔ محمود غزنویؒ نے سومنات کے بت کو توڑ کر بتوں کی پوجا کرنے والوں پر واضح کر دیا کہ بت محض پتھر ہیں یہ خود کو ٹوٹنے سے بچانے کی اہلیت نہیں رکھتے تو بھلا کسی اور کو کیا بچائیں گے اور اگر ان میں کوئی قوت ہوتی تو محمود غزنویؒ کے خلاف ضرور



استعمال کرتے یوں جہالت کی وجہ سے ہندوستان میں رائج باطل عقائد کی بیخ کنی کی اور ہندوستانی مذہبی فضا اور سیاسی و معاشرتی دبدبے کا پول کھول دیا۔ آج ہندوستان ویسی ہی صورت حال کا شکار ہے لیکن مایوسی کی بجائے پر امید ہونا چاہیے۔

ہم میں پھر محمود غزنویؒ جیسے غیرت مند، بہادر، بت شکن اور شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے کئی اور محمودؒ پیدا ہوں گے جن کا ہر قدم دین اسلام کی حمایت میں اٹھے گا جن کے ہر عمل سے دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ ہندوستان کے ہر مسلمان، ہر بچے میں الپ ارسلان جیسے سپہ سالار کی قوت بھر جائے گی۔ جس طرح سلجوقی خاندان کے بادشاہ الپ ارسلان نے اہل یورپ کو شکست دیتے ہوئے نہ صرف اپنے مقبوضہ علاقے اُن کے قبضے سے چھڑا لیے بلکہ یورپ کے بہت سے علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا۔ اسی طرح مسلمانوں میں الپ ارسلان جیسے کئی سپہ سالار پیدا ہوں گے جن کی قوت باطل کو زیر کرنے کے لیے استعمال ہوگی اور اس طاقت کے سامنے کوئی دم نہ مار سکے گا۔ مسلمانوں کا جوش و جذبہ ہی الپ ارسلان جیسی طاقت بن جائے گا کیوں کہ یہ فطرت کا لازمی امر ہے کہ مظلوم، محکوم اور کمزور جب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو پھر وہ ایک ناقابل شکست طاقت بن جاتے ہیں جن کے سامنے بڑی سے بڑی قوت نہیں ٹھہر سکتی۔

یہ غازی تیرے پراسرار بندے  
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی  
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا  
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

شعر نمبر 5:

میرے جیسے ہوں گے پیدا سیکڑوں اہل سخن  
نکتہ نکتہ جن کا، آزادی کی جاں ہو جائے گا

**تشریح:** آنے والے دنوں میں بے شمار ایسے ادیب سامنے آئیں گے جن کی باتیں آزادی کے حصول کے لیے معاون ثابت ہوں گی۔ آزادی کی جدوجہد زندگی کے کسی ایک شعبے تک محدود نہیں ہوتی۔ اس میں طالب علم، استاد، کلرک، مزدور، وکیل، تاجر اور شاعر زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان شاعر تھے اور اسی حیثیت سے مسلمانوں کی آزادی اور خود مختاری کے لیے جہاد کر رہے تھے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ شاعر بھی اپنے سخن سے، شاعری سے جذبہ آزادی پیدا کر سکتا ہے۔ شاعر بھی اپنے ہنر سے قوم کی خدمت کر سکتا ہے، شاعر بھی اپنے فن سے قومی زندگی کی کھیتی ہری کر سکتا ہے جس طرح اقبالؒ نے کہا تھا۔

شاعر دل نواز بھی بات اگر کہے کھری  
ہوتی ہے اس کے فیض سے مزرع زندگی ہری

ظفر علی خان کو یقین ہے جس طرح میں قوم کی ترجمانی کے لیے وقف ہو کر رہ گیا ہوں، جس طرح میرے اشعار مسلمانوں میں جذبہ آزادی جگا رہے ہیں، جس طرح میرا کلام ہندوستان کے محکوم مسلمانوں کی آزادی کا سبب بنے گا اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے شانہ بہ شانہ شاعر بھی ملت کی خدمت کا حق ادا کرے گا اور وہ کوئی ایک دو نہیں ہوں گے بلکہ لاتعداد ہوں گے جن کے شعروں میں عزم، ارادہ، ہمت، استقلال، جوانمردی، امید، جدوجہد، فکر اور عمل کا پیغام ہوگا۔ یہی اوصاف قوم میں پیدا ہو جائیں تو آزادی کی منزل دور نہیں ہے۔ ظفر علی خان کا خیال درست نکلا، اقبال، ظفر علی خان، حفیظ جالندھری، حسرت موہانی، سائر لدھیانوی، فیض احمد فیض، ظہیر کاشمیری، احمد ندیم قاسمی، اختر شیرانی، جوش ملیح آبادی، احسان دانش، منیر نیازی، صوفی تبسم، احمد راہی، ناصر کاظمی اور بہت سے شعرا نے وطن، خطہ زمین اور قوم کی



آزادی کے ساتھ ساتھ محکوموں، مجبوروں، بے کسوں کی آزادی، زبان بندی سے آزادی، افکار اور انسانی آزادی کی بات کی۔ ان شعرا کے ہر ایک مصرعے میں اثر آفرینی ہے، سچائی ہے، صداقت ہے۔ ان کے ہر شعر سے خلوص ٹپکتا ہے، قوم کا درد دکھائی دیتا ہے انسانیت سے ہمدردی محسوس ہوتی ہے۔ انقلاب اور تبدیلی کی صدا سنائی دیتی ہے۔

(بورڈ 2010)

شعر نمبر 6:

ڈھائی جائے گی بنا، یورپ کے استعمار کی

ایشیا، آپ اپنے حق کا پاساں ہو جائے گا

تشریح: یورپ کے نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوگا اور ایشیا میں رہنے والے لوگ خود مختار ہو جائیں گے۔

گزشتہ چند صدیاں مسلم ممالک خصوصاً ایشیائی ممالک پر بہت بھاری گزریں، ہندوستان کی مغل حکومت کے زوال کے ساتھ ساتھ وسط ایشیائی مسلم ریاستیں، مشرق وسطیٰ کے ممالک اور بعض دیگر خطوں میں یورپی اقوام کی آمد، قبضہ، تسلط اور وہاں کے وسائل پر ہاتھ صاف کرنا ظفر علی خان اور مسلمانوں کے لیے تکلیف دہ تھا۔ ظفر علی خان بدلتے ہوئے حالات اور بیداری کی لہر دیکھ کر پر امید ہیں کہ وہ لوٹ کھسوٹ اب ختم ہو جائے گی، ایشیا کے ممالک یورپی لٹیروں کو مار بھگائیں گے اور اپنے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق کے خود نگہبان بن جائیں گے، اپنی قسمت کے فیصلے خود کریں گے۔ کس ملک میں کون سا نظام ہوگا اس کے بارے میں خود سوچیں گے۔

یورپی اقوام ان ملکوں میں تاجروں کی حیثیت سے آئی تھیں اور پھر رفتہ رفتہ ان کے وسائل پر قبضہ کر لیا۔ ملکوں اور حکومتوں پر قبضہ کر لیا اور پھر ان کی تقدیر کے فیصلے بھی خود کرنے لگے۔ یہ بات ظفر علی خان کے لیے تکلیف دہ ہے۔ یہ مسلم امہ کی توہین ہے جس کے خلاف مختلف خطوں میں تحریکیں شروع ہوئیں۔ بیداری کی لہر آئی اور مختلف اطراف سے آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ ان علامات کو دیکھ کر لگتا ہے کہ مستقبل قریب میں یورپ کے نوآبادیاتی نظام پر یقیناً ضرب پڑے گی۔ دوسرے ملکوں کو غلام بنانے کا راستہ روکا جائے گا اور اس نظام کی بنیاد ہلا دی جائے گی تاکہ آئندہ اس ظلم کا اندیشہ نہ رہے بلکہ ایشیا والے خود اپنے علاقے، ملک، وسائل، رسم و رواج، دین، معیشت اور معاشرت کے وارث، مالک اور مختار ہوں۔ ایسے آثار دکھائی دیتے ہیں کہ یورپی اقوام کو ایشیا والوں کا حق دینا پڑے گا اور ان کے وسائل ان کے حوالے کر کے خود رخصت ہونا پڑے گا، ظفر علی خان اقتصادی اور معاشی استحکام کو حقیقی آزادی سمجھتے ہیں ایک اور شعر میں اس طرح کہتے ہیں:-

محکم بنا اسی سے ہے قصر فرنگ کی  
تو بھی کر استوار اساس اقتصاد کی

(بورڈ 2010)

شعر نمبر 7:

نغمہ آزادی کا گونجے گا حرم اور دیر میں

وہ جو دار الحرب ہے، دارالامان ہو جائے گا

تشریح: ہندو اور مسلمان بیک آواز آزادی کے لیے جدوجہد کریں گے اور وہ خطہ جو لڑائی کا مرکز بنا ہوا ہے امن و امان کا گہوارہ بن جائے گا۔

۱۹۱۹ء میں پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر اتحادی اقوام نے سلطنت عثمانیہ کی خلافت کو ختم کر دیا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں کی جذباتی وابستگی تھی چناں چہ رد عمل کے طور پر تحریک خلافت شروع ہوئی۔ اسی دوران امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا دلہوز سانحہ پیش آیا۔ برطانوی استعمار نے مارشل لانا فذکر کے ظلم و بربریت کا آغاز کر دیا جس کی وجہ سے فسادات ہوئے اور مسلمانوں نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر ہجرت شروع کر دی۔ ظفر علی خان کے اس شعر میں حرم اور دیر کی علامات ترکی اور ہندوستان یا پھر مسلمانوں اور ہندوؤں کی غلامی کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ ترک قوم کی قربانیوں سے خلافت عثمانیہ جو حرم کے نظام کی آخری صورت تھی آزادی اور بحالی سے ہم کنار ہوگی



دوسرے تحریک خلافت ہندوستان میں بھی بیداری کا محرک بن کر بالآخر آزادی کی طرف لے جائے گی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان ہی میں مسلمانوں کی تحریک خلافت اور ہندوؤں کی تحریک ترک موالات جاری ہیں جن کا نتیجہ جلد یا بدیر آزادی ہی کی صورت میں برآمد ہوگا یوں دیر اور حرم دونوں میں آزادی کا نغمہ گونجے گا ترکی ہو یا ہندوستان یا پھر مسلمان ہوں یا ہندو دونوں آزادی سے ہمکنار ہوں گے۔

آج جن برے اور ابتر حالات کی وجہ سے مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے ہیں کہ ہندوستان کے حالات بہتر اور پر امن ہونے پر واپس یہیں پلٹ آئیں گے انگریزوں کی طاقت، ظلم اور مارشل لا کب تک اس ملک کے عوام کو ہجرت پر مجبور کرے گا بالآخر مسلمانوں کی جدوجہد رنگ لائے گی اور اگر ہندوؤں کی تحریک بھی جاری رہی تو اس مشترکہ جدوجہد کے نتیجے میں انگریزوں کو دم دبا کر بھاگنا پڑے گا اور پھر اس دارالحرب کی حیثیت دارالامان کی ہو جائے گی۔ لوگ واپس گھروں کو آئیں گے اپنے ملک میں رہیں گے اور آزادی کی نعمت سے سرفراز ہوں گے۔

شعر نمبر 8:

ہم کو سودا ہے غلامی کا کہ آزادی کی دھن  
چند ہی دن میں، ہمارا امتحان ہو جائے گا

تشریح: بہت جلد سب کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم غلامی پر راضی نہیں بلکہ آزادی چاہتے ہیں اور بہت جلد ہم یہ دعویٰ ثابت بھی کر دیں گے۔ ۱۲ء سے ۱۸۵۷ء تک کسی نہ کسی رنگ میں ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت رہی ہے اس کے بعد مسلمانوں سے ان کی حکومت اور ملک چھین گیا۔ برطانیہ نے ہندوستان کو غلام بنالیا۔ ہندو جو پہلے مسلمانوں کی حکومت کے ماتحت تھے اب انگریزوں کے زیر نگیں ہو گئے ان پر اس نئی صورت حال کا زیادہ اثر نہیں ہوا لیکن مسلمانوں کو اس غلامی کا گہرا صدمہ تھا۔ اسی لیے کسی نہ کسی رنگ میں آزادی کی طلب ان کے دلوں میں موجود رہی کبھی تحریر کی صورت، کبھی تقریر میں، کبھی سیاسی تحریک تو کبھی جانیں قربان کر کے مسلمانوں نے اس جذبے کو زندہ رکھا مگر ظفر علی خان کا دور فیصلہ کن دور تھا جب مسلمان ایک سیاسی قوت بن کر اپنے مطالبے کے حق میں اعلانیہ جدوجہد کر رہے تھے اور یہی وقت درحقیقت آزمائش کا تھا کیوں کہ اس عملی جدوجہد میں جان، مال، اولاد، ساکھ، عزت، آبرو سب کچھ جاسکتا تھا اسی لیے اس مرحلے پر جو ثابت قدمی دکھائے گا درحقیقت اسے آزادی پسند کہا جائے گا جو شخص کسی بھی مرحلے پر کمزوری دکھائے گا اس کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ غلامی ہی کو اپنی قسمت سمجھ کر بیٹھ گیا ہے۔ وہ لوگ جو ثابت قدم رہیں گے، کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے وہی اس امتحان میں سرخرو ہوں گے۔

صرف زبان سے آزادی کی بات کرنا، اس کے حق میں بولنا، یا صرف آزادی کی خواہش کافی نہیں ہے اس کے حصول کے لیے تو عملی جدوجہد کرنا پڑتی ہے جس میں بعض اوقات بڑی بڑی آزمائشیں آتی ہیں، کڑا امتحان ہوتا ہے، ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے تو جو لوگ اس مرحلے پر جوانمردی، ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہیں درحقیقت وہی اپنے دعوے میں سچے ہوتے ہیں، ظفر علی خان بھی قوم کے ہر فرد کو اسی طرز عمل کے لیے تیار کر رہے ہیں اور پر امید ہیں کہ ہر فرد اس امتحان میں سرخرو ہوگا۔

تشریح طلب شعر کا ایک تاریخی پس منظر بھی ہے اور وہ یہ کہ جب سائمن کمشن ہندوستان آیا تو کانگریس نے اس سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا جب کہ مسلم لیگ کے ایک دھڑے نے تو تعاون سے انکار کیا جب کہ ایک دھڑے کا موقف یہ تھا کہ مسلمان انگریزوں سے تعاون کر کے زیادہ آسانی سے اپنے مفادات کا تحفظ کر سکیں گے۔ اس پر کانگریس والوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مسلمان دراصل آزادی چاہتے ہی نہیں۔ تشریح طلب شعر میں اس بات کا جواب موجود ہے کہ آنے والا وقت یہ فیصلہ کرے گا کہ مسلمان آزادی چاہتے ہیں یا نہیں؟



شعر نمبر 9، 10:

اس بشارت کو نہ سمجھو، ایک دل خوش کن قیاس  
جس کو سن کر ہر مسلمان، شادماں ہو جائے گا  
سچ ہے مرا حرف اور جس کو اس میں شک ہے آج  
دیکھ لینا کل مرا ہم داستاں ہو جائے گا

**تشریح:** یہ اشعار، خیالات اور پیش گوئیاں محض مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ میری دوراندیشی انھیں حقیقت کے روپ میں دیکھ رہی ہے۔ لہذا جس شخص کو بھی میری رائے سے اختلاف ہے کل وہ میری بات سے اتفاق کرے گا۔

مولانا ظفر علی خان اپنے رجائی خیالات اور امید افزا اشعار کو یقین کا درجہ دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں حالات و واقعات کا درست اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کرتا ہوں پھر اس پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں اس لیے مستقبل کے بارے میں میرے نظریات کو خوش گمانی نہ سمجھا جائے بلکہ حقیقت میں ایسا ہو کر رہے گا۔ وہ فرد یا قوم جو زوال کی حالت میں ہوتی ہے۔ عام طور پر اس کا تعلق ماضی سے جڑ جاتا ہے۔ وہ حال کی تلخیوں کا مداوا عظمت رفتہ میں تلاش کرتے ہیں۔ لیکن ماضی کی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انسان مستقبل پر بھی نظر رکھے اور مایوس ہونے کی بجائے امید افزا رویہ اپنائے۔ کیوں کہ اللہ کا وعدہ یہی ہے کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی  
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مولانا ظفر علی خان کا موقف یہ ہے کہ میں جو ایک روشن مستقبل کی خوش خبری سن رہا ہوں۔ اسے خوش فہمی قرار نہ دیا جائے۔

مولانا ظفر علی خان کے موقف کے مطابق وہ دن دور نہیں جب برصغیر کا ہر شخص آزادی کے اس قافلے میں شریک ہو کر میرے موقف کی تائید کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے مستقبل کا تعین لمحہ موجود کرتا ہے یعنی جس لمحے میں انسان زندہ ہوتا ہے، زندگی گزار رہا ہوتا ہے اس کا کردار، اس کے اعمال آنے والے وقت کا تعین کرتے ہیں لیکن اگر انسان مستقبل کے بارے میں پر امید نہ ہو اس کے سامنے کوئی منزل نہ ہو تو لمحہ موجود ہی بیکار چلا جاتا ہے چنانچہ زندگی میں بہتری لانے کے لیے لازم ہے انسان مستقبل کے بارے میں پر امید ہو۔

ظفر علی خان کہتے ہیں میں نے بصیرت کی آنکھ سے مستقبل کا خاکہ دیکھ لیا ہے۔ حالات جس سمت جارہے ہیں ان کے نتائج وہی برآمد ہوں گے جن کی پیشین گوئی میں نے کی ہے تاہم ممکن ہے کسی کو میرے خیالات سے اختلاف ہو اور وہ مستقبل کو کسی اور رنگ میں دیکھ رہا ہے تو نتائج کے لیے طویل انتظار نہیں کرنا پڑے گا جلد ہی اصل صورت حال سامنے آجائے گی اور مجھ سے اختلاف کرنے والے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ میری پیشین گوئیاں حرف بحرف سچ ثابت ہوں گی۔ مجھ سے اختلاف کرنے والوں کو اس وقت مجھ سے اتفاق کرتے ہی بنے گی اور پھر اس وقت وہ بھی وہی باتیں کریں گے جو آج میں کر رہا ہوں۔ ظفر علی خان کہتے ہیں کہ میں قوم کو خوش کن خواب نہیں دکھا رہا یہ قیافے اور اندازے خواب نہیں ہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں میری سوچ حقیقت پر مبنی ہے۔ میں نے برسوں حالات و واقعات کا گہرا مشاہدہ اور تجزیہ کیا ہے تب ان نتائج تک پہنچا ہوں اس لیے مجھ سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ انھیں خطوط پر سوچتے ہوئے مستقبل کی پیش بندی کر لینی چاہیے۔

☆☆☆☆☆